بزم گل پاکستان کے تحت اسکولز کی طالبات کے مابین 25 دسمبر (قائداعظم ڈے) کے موقع پر پوسٹر سازی مقابلہ

بعنوان

قائداعظم کا پاکستان

شرائط

- پوسٹر کا سائز "15 "15 ہوگا۔
- مکمل نام، کلاس، اسکول کا پتہ اور گھر کا فون نمبر لکھا جائے۔
- کسی جاندار کی تصویر بنانے سے گریز ہو۔
- آخری تاریخ موصول ہونے کی 30 دسمبر 09ء

گروپ

1۔ کلاس 6 to 8 [Hand Made Painting]

2۔ کلاس 9 to 10 [Computer Graphics]

انعامات

ہر گروپ کے لئے

- پہلا انعام —— 8000
- دوسرا انعام —— 5000
- تیسرا انعام —— 3000

برائے رابطہ۔ برائے پوسٹ

570، سٹریٹ 119، سیکٹر G-9/3 اسلام آباد

رزلٹ کا اعلان ---۔ 10 جنوری 2010 کو ہوگا۔

E-mail: bazmegul.pak@gmail.com

For Contact: 0334-5280988
021-34248360

بزم گل پاکستان
BAZM-E-GUL PAKISTAN
(SOCIETY FOR TALENTED SCHOOL GIRLS)

یقیناً آپ چاہتے ہوں گے کہ **ترجمان القرآن** جیسا اچھا رسالہ:

صرف آپ کے گھر والے ہی نہ پڑھیں بلکہ دوست احباب اور اعزہ بھی پڑھیں۔

ان کی ایک فہرست بنائیے' خصوصاً کالجوں اور جامعات میں زیرتعلیم طلبہ و طالبات کی' —— دفتر و کاروبار کے تعلیم یافتہ ساتھیوں کی —— تعلیم یافتہ گھریلو خواتین کی۔

سب کو ایک ایک نمونے کا پرچہ دیجیے۔

اگر آپ اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں اور کوئی دوست یا عزیز بھی تعاون نہ کرے تو ——

یہ فہرست ہمیں ارسال کردیں —— نام' پتے مکمل ہوں۔

دفتر ترجمان القرآن A-5' ذیلدار پارک' اچھرہ' لاہور- فون: 7587916' فیکس: 7585590

انتظامی امور کا ای میل پتا اب یہ ہے: tarjuman@tarjumanulquran.org

کیا آپ یقین کریں گے؟

ذیابیطس بینائی کی دشمن نہیں ہے، بشرطیکہ آنکھوں کو متوقع نقصانات شروع ہونے سے پہلے یا بالکل ابتدائی مراحل ہی میں قابو کرلیا جائے۔ اس کی بے شمار پیچیدگیاں اب لاعلاج نہیں رہیں۔

Phaco Surgery

- ✓ بغیر ٹیکے اور بغیر ٹانکے سفید موتیا کا علاج
- ✓ قریب اور دور کی نظر بیک وقت ٹھیک کرنے والا Multifocal لینز

Laser Surgery

- ✓ ذیابیطس اور دیگر بیماریوں سے Retina کو پہنچنے والے نقصان کا بذریعہ لیزر علاج
- ✓ Excimer لیزر کے ذریعے Epi-LASIK آپریشن کی مدد سے عینک سے نجات
- ✓ کالا موتیا کا Argon ، Yag اور Diode لیزر کی مدد سے علاج
- ✓ سفید موتیا کے آپریشن کے بعد بننے والی جھلی کا بذریعہ Yag لیزر علاج

Vitreoretinal Surgery

- ✓ آنکھ کے پردے کے اکھڑ جانے (Retinal Detachment) کا آپریشن
- ✓ آنکھ کے اندر خون جمع ہو جانے (Vitreous Hemorrhage) کا آپریشن
- ✓ Macula کو پہنچنے والے نقصان کے علاج کیلئے ہونے والے آپریشن

Oculoplastic Surgery

- ✓ آنکھوں کے ٹیڑھے پن کا علاج ✓ آنکھ پوری نہ کھلنے کے لئے Ptosis آپریشن
- ✓ مسلسل پانی بہنے، گلٹی اور ناسور کا علاج بذریعہ Probing اور DCR

Keratoconus Surgery

- ✓ CR-3 آپریشن کے ذریعے مستقل علاج

Autorefraction with Retinomax

- ✓ اس جدید کمپیوٹر سے بچوں کی نظر کا معائنہ بے ہوش کئے یا قطرے ڈالے بغیر کیا جاتا ہے۔
- ✓ عینک کے نمبر کے تعین کے لئے کمپیوٹر کے علاوہ Phoropter بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر آصف کھوکھر آئی سرجن

ایم بی بی ایس (پنجاب) ایم سی پی ایس (آئی) ایم اے (علوم اسلامیہ)

انچارج شعبہ امراضِ چشم ثریا عظیم ہسپتال لاہور

آئی سرجن لاہور میڈی کیئر انسٹیٹیوٹ آف آفتھیلمالوجی لاہور

اوقات مشورہ

ثریا عظیم ہسپتال لاہور 111-111-724 (Ext. 387)

148 آصف بلاک، بالمقابل Cakes & Bakes مین بلیوارڈ، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور فون 042-37495073

Cell: 0333-4102266

Email: drasifkhokhar@hotmail.com

النور جیولرز

زیورات کی دُنیا میں انقلابی فوائد کے ساتھ

- ہمارے ہاں زیورات بغیر ٹانکہ کے جدید طریقے سے تیار کیے جاتے ہیں۔
- ہمارے تیار کردہ زیورات کی واپسی پر کاٹ نہیں لی جاتی لہٰذا ہمارے زیورات آپ کا محفوظ سرمایہ ہیں جنھیں آپ کسی بھی وقت کیش کرا سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے ہمیں اپنے بھرپور اعتماد سے نوازا ہے

ہمارا معیار ہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہے

امید ہے کہ نہ صرف آپ ہمیں خدمت کا موقع دیں گے بلکہ اپنے عزیز و اقارب کو بھی ان فوائد سے آگاہ کریں گے

○ دکان نمبر F/461 نزد لاجواب فروٹ چاٹ، صرافہ بازار (بھابڑا بازار) راولپنڈی

فون: 051-5539378 ۔ محمد فیض اللہ چوہان، موبائل: 0321-5032088 ندیم اللہ چوہان، موبائل: 0321-5008387

○ نیو برانچ: سوق ادریس علی پلازہ، مری روڈ، راولپنڈی

فون: 051-5552209 ۔ محمد اکرام اللہ چوہان، موبائل: 0300-5806700 ضیاء اللہ چوہان، موبائل: 0300-5802209

اخوان المسلمون اور شام

حافظ محمد ادریس

عالمِ اسلام کی معروف تحریک الاخوان المسلمون پر ایک جامع اور تفصیلی مضمون برطانوی جریدے دی اکانومسٹ (۱۰/اکتوبر ۲۰۰۹ء) نے شائع کیا ہے۔ مضمون نگار نے اپنے تجزیے میں مختلف عرب ممالک میں سرگرمِ عمل اخوان تحریک کی حقیقی مشکلات و مسائل اور درپیش چیلنجوں کا احاطہ کرنے کی بھی کوشش کی ہے اور بین السطور اپنے دل میں چھپی مخصوص تمناؤں اور آرزوؤں کا اظہار بھی کیا ہے۔ بلاشبہہ آج پورا عالمِ اسلام کفر کی یلغار اور نرغے میں ہے۔ اسلام دشمن قوتوں کا اصل ہدف اسلامی نظریۂ حیات اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر مشتمل وہ حقیقی تصورِ دین ہے جس سے بحیثیتِ مجموعی امتِ مسلمہ کے انحراف اور حکمران ومترفین طبقات کے فکری اور عملی لحاظ سے غیر مسلم نظریات کے سانچے میں ڈھل چکنے کے باوجود دشمنانِ اسلام خوف زدہ ہیں۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ امتِ مسلمہ کے درمیان احیاے دین اور نشاتِ ثانیہ کی تحریکیں مسلمان ممالک ہی میں نہیں، غیر مسلم ممالک میں بھی کسی نہ کسی انداز میں موجود ہیں۔ چومکھی لڑائی کا محاورہ پوری آب و تاب کے ساتھ آج اسلامی تحریکوں کی جدو جہد پر منطبق ہوتا نظر آتا ہے۔ آج امتِ مسلمہ کو درپیش خطرات بیرونی بھی ہیں اور اندرونی بھی۔ اندرونی خطرات سیکولر اور مغرب نواز حکمرانوں کے بھی پیدا کردہ ہیں اور نام نہاد سیکولر اہلِ دانش (intelligentsia) بھی اسلامی اقدار کے خلاف پورے لاؤلشکر کے ساتھ محاذ پر موجود ہیں۔ یہاں تک تو بات قابلِ فہم ہے لیکن اس سے اگلا مرحلہ یہ ہے کہ خود اسلام کا نام لینے والوں کے درمیان کئی مختلف اللّون لہریں اُٹھا دی گئی ہیں، جن کا آپس میں کوئی تال میل نہیں بلکہ بعض اوقات تو وہ ایک دوسرے سے متحارب نظر آتی ہیں۔

انٹرنیشنل اور عالم عرب کے ممالک کی سطح پر اخوان المسلمون فکری، اعتقادی اور عملی لحاظ سے بہت مضبوط بنیادوں پر قائم اسلامی تحریک ہے مگر عالمی اور مقامی میدانوں میں معروضی حالات نے اسے کئی مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔ اکانومسٹ کا تجزیہ نگار مختلف ملکوں میں اخوان کے بڑھتے ہوئے قدم رک جانے کا تذکرہ مزے لے لے کر کرتا ہے۔ دنیا بھر میں جن ممالک کے اندر کسی بھی انداز میں انتخابات ہوتے ہیں وہاں آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کی تمام کھلاڑیوں کے لیے کئی ایک وجوہات ہوسکتی ہیں۔ کبھی نشستیں کم ہوتی ہیں تو اگلے مرحلے میں زیادہ بھی ہوسکتی ہیں لیکن اکانومسٹ کے نمایندے نے اس تناظر میں بجا طور پر مختلف حکومتوں کی طرف سے اخوان کا ناطقہ بند کرنے کی مذموم کاوشوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان ممالک میں سے اکثر میں انتخابات محض ایک ڈھونگ اور ڈراما ہوتے ہیں۔ مغرب نواز حکمران اپنی من مانی سے مخالفین کو کامیابی سے محروم کرنے کے لیے جو چاہیں کریں، مغربی دنیا خاموش تماشائی بنی رہتی ہے۔ اسی سے معلوم ہوجاتا ہے کہ جمہوریت کے یہ عاشقان اپنے دعووں میں کس قدر سچّے ہیں۔

اخوان المسلمون کی بنیاد مصر میں ۱۹۲۸ء میں پڑی تھی، پھر وہاں سے یہ تحریک دوسرے ملکوں میں پھیلی۔ مصر کے بعد سب سے پہلے جس ملک میں یہ تنظیم قائم ہوئی وہ شام ہے۔ حالیہ برسوں میں سیاسی لحاظ سے جہاں اخوان کے متاثرین کو سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی، وہ غزہ اور فلسطین ہیں۔ شامی حکومت اور غزہ و فلسطین کی تحریکِ آزادی حماس کے تعلقات آپس میں بہت قریبی اور دوستانہ ہیں۔ اس کی حقیقی وجہ شامی حکومت کی حماس سے محبت نہیں بلکہ علاقے کی معروضی صورتِ حال ہے۔ دوسری جانب حماس کو بھی اگرچہ شامی حکومت اور اس کی مجموعی سوچ کے علاوہ مقامی اخوان کے ساتھ اس کے رویے پر خاصے تحفظات ہیں مگر ان کی مجبوری اور مصلحت کا تقاضا ہے کہ وہ شام کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔ کسی عرب ملک نے انھیں اپنے ہاں وہ سہولیات فراہم نہیں کیں جو انھیں شام میں حاصل ہیں۔

شام کے جو علاقے جولان کی پہاڑیوں سمیت اسرائیل نے ۱۹۶۷ء کی جنگ میں قبضے میں لے لیے تھے اور جنھیں پوری ڈھٹائی کے ساتھ بعد میں اسرائیل کا حصہ بنا دیا گیا، اس پر شامی حکومت اور عوام کو شدید قلق اور صدمہ ہے۔ اس لیے مصر اور اُردن کے برعکس شام کے اسرائیل کے ساتھ

تعلقات خاصے کشیدہ ہیں۔ حماس غزہ اور مقبوضہ فلسطینی علاقوں میں اسرائیل کی ناجائز ریاست اور اس کے ظالمانہ حملوں کا جس جرأت و دلیری کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہے، اس کی بدولت اُمتِ مسلمہ کے بیدار مغز مسلمانوں کے نزدیک اسے ہیرو کا درجہ حاصل ہے۔ اندریں حالات شام کے اخوانی، شامی حکومت کے بے پناہ مظالم کی وجہ سے جس ابتلا و آزمایش سے گزر رہے ہیں، اس کی بنا پر انھیں جہاں شام کی نصیری حکومت سے شدید نفرت ہے، وہیں حماس اور شام کے باہمی تعلقات پر بھی وہ کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ شام میں اخوان کی بنیاد ۱۹۴۵ء میں پڑی تھی۔ اس کے پہلے سربراہ عالمی شہرت کے حامل عالمِ دین اور دانش ور الشیخ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی تھے۔ شام میں اخوانی سربراہ کو مراقب عام کہا جاتا ہے۔ جب اخوان نے اپنا عالمی تنظیمی ڈھانچا ترتیب دیا تو اس میں مصری تنظیم کے سربراہ (مرشدِ عام) کو تنظیم کا عالمی قائد تسلیم کیا گیا، جب کہ شام اور دیگر علاقوں کے سربراہانِ اخوان بالعموم نائب صدر مقرر کیے جاتے ہیں۔ چونکہ عالمی تنظیم ایک ڈھیلے ڈھالے ڈھانچے پر مشتمل ہے، اس لیے شام کے مخصوص حالات کے بارے میں اس فورم پر بھی کبھی کبھار بحث و تکرار کی نوبت آجاتی ہے۔

شام میں اخوان نے اپنے قیام کے بعد جمہوری دور میں انتخابی عمل میں شرکت اور جمہوری اداروں کا حصہ بننے کا فیصلہ کیا تھا۔ شامی اخوان عملاً منتخب اداروں میں نمایندگی کرتے رہے، حتیٰ کہ بعض اوقات انھیں مخلوط حکومتوں میں وزارتی ذمہ داریاں ادا کرنے کا موقع بھی ملا۔ ان کا یہ سلسلہ کامیابی سے آگے بڑھ رہا تھا کہ بدقسمتی سے ملک فوجی آمریت اور اس کے نتیجے میں یک جماعتی سیاست کی نذر ہو گیا۔ ۱۹۴۷ء، ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۴ء اور ۱۹۶۲ء کے انتخابات میں شامی اخوان نے حصہ لیا اور دستور سازی کے عمل میں بھی ایوان کے اندر اور باہر فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۸ء میں مراقب عام الشیخ مصطفیٰ السباعی پارلیمنٹ کے رکن تھے، جنھیں ۱۹۴۹ء میں پارلیمان میں ڈپٹی سپیکر بھی منتخب کیا گیا۔ ۱۹۶۲ء کے انتخابات میں اخوان کے ۱۳ چیدہ چیدہ راہنما پارلیمان میں منتخب ہو گئے۔ ان میں جناب عصام العطار، عمر الخطیب، زہیر الشاویش، محمد سعید العباد، طیب خواجہ، محمد علی مشعل، شیخ عبدالفتاح (ابوغدہ) اور ڈاکٹر نبیل صبحی کے اسماے گرامی قابلِ ذکر ہیں جنھیں عالمِ عرب کے تمام پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں۔ اخوان کے پارلیمانی گروپ کی کارکردگی اور اہلیت کی بنا پر کچھ دیگر آزاد ارکان بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے، یہاں تک کہ ان کی تعداد ۲۰ ہو گئی۔

مختلف حکومتوں میں جو شامی اخوان وزارتی ذمہ داریاں نبھاتے رہے ہیں ان میں خالد العظم کی وزارتِ عظمیٰ میں جناب عمر الخطیب، ڈاکٹر نبیل اور احمد مظہر العظمہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔
جب جمہوریت پر شب خون مارا گیا اور بعث پارٹی فوجی انقلاب کے نتیجے میں برسرِ اقتدار آئی تو شامی اخوان پر سرزمینِ شام تنگ کر دی گئی۔ نصیری انقلاب سے قبل بھی لادین قوتیں جن میں شامی عیسائی بہت پیش پیش تھے اسلامی شعائر کے خلاف کھل کر میدان میں آچکی تھیں۔ ان کی جسارت کا حال اس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کھلے عام اپنے منشور میں بعث پارٹی نے اپنا عقیدہ یوں بیان کیا ۔

آمنت بالبعثِ رباً لا شریك له و بالعروبة دیناً ماله ثانی

(میں نے بعث پارٹی کو اپنا رب تسلیم کرلیا ہے اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہیں سمجھتا۔ عرب قومیت میرا دین ہے اور اس کا کوئی بدل نہیں)۔
یہ دراصل اس اسلامی شعر کا جواب ہے جس میں کہا گیا تھا ۔

آمنت باللہ رباً لا شریك له و بالاسلام دیناً ماله ثانی

اسلامی شعائر کے خلاف بغاوت دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ بعث پارٹی کے دورِ حکومت میں بے شمار جرائم کا ارتکاب ہوا۔ شناختی کارڈ سے مذہب اور مسلم کا خانہ خارج کر دیا گیا۔ اوقاف کی تمام املاک کو اونے پونے داموں اپنے منظورِ نظر لوگوں کے ہاتھ بیچ دیا گیا۔ حافظ الاسد کے بھائی رفعت الاسد نے قتل و غارت گری کے ذریعے پورے ملک میں خوف و ہراس کا ماحول پیدا کر دیا (بعد میں حافظ الاسد نے اپنے بھائی کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے خطرہ سمجھا تو اسے بھی راستے سے ہٹا دیا گیا)۔ تعلیمی نصاب سے اسلامی مضامین خارج کر دیے گئے۔ اسلامی شعائر کا مذاق سرکاری سرپرستی میں چلنے والے رسائل و اخبارات میں روزمرہ کا معمول بن گیا۔ مجلہ الفجر نے گدھے کا کارٹون بنا کر اس کے سر پر عمامہ پہنایا۔ مجلہ الشعیب میں لکھا گیا کہ (نعوذ باللہ) اللہ اور تصورِ ادیان کو میوزیم میں رکھوا دینا چاہیے۔ حلب، حمص اور دمشق میں تمام اخوانی رہنماؤں اور اہلِ علم کو جیلوں میں بند کر دیا گیا۔ ڈاکٹر حسن ہویدی، عبدالفتاح ابوغدہ، شیخ سعید حوی اور امین شاکر جیسی بلند پایہ شخصیات سال ہا سال جیلوں میں بند رہیں۔
اس دور سے شامی مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ ۸ مارچ ۱۹۶۳ء

ہی کو فوجی انقلاب کے ساتھ سیاسی پارٹیوں بالخصوص اخوان پر پابندی لگا دی گئی۔ تمام اسلامی رسائل و جرائد بند کر دیے گئے، منبر و محراب کی آزادی چھین لی گئی اور سیاسی آزادیوں کا باب مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔ اس عرصے میں عیسائی اور اشتراکی عناصر نے قومیت پرستوں کے ساتھ مل کر خود کو منظم کیا، فوج سے اسلامی ذہن رکھنے والے افسران کو چن چن کر نکالا گیا اور ایک نصیری (علوی) جرنیل صلاح جدید کو ۲۳ فروری ۱۹۶۶ء کو فوج کے سربراہ کا منصب سونپ دیا گیا اور جرنیلوں کو وزارتوں کے قلم دان سونپ دیے گئے۔ اسی سال ایئرفورس سے تعلق رکھنے والے فوجی افسر حافظ الاسد کو وزیر دفاع بنایا گیا۔ فوجی کونسل میں جو ملک کے سیاہ وسفید کی مالک قرار پائی، ۱۵ ارکان تھے۔ ان میں پانچ نصیری، دو دروز، دو اسماعیلی اور چھے سنی ارکان تھے۔ بعد میں تین نصیری مزید شامل کیے گئے اور ان کے شامل ہوتے ہی ۱۹۷۰ء کا انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں حافظ الاسد (موجودہ صدر بشارالاسد کا والد) بلاشرکتِ غیرے ملک کا حکمران بن گیا۔ اس نے ۲۰۰۰ء تک بدترین آمریت کے تحت حکومت کی اور اپنی موت سے پہلے اپنے بیٹے بشارالاسد کو تخت و تاج کا مالک قرار دے دیا۔

حافظ الاسد کے دور میں شام کے اندر اخوان پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ جہاں کہیں اخوان نے احتجاج کیا، انھیں مسلح ایکشن کے ذریعے انتہائی سنگ دلی سے کچل دیا گیا۔ ہزاروں اخوان مرد و خواتین جیل میں بند کر دیے گئے۔ حلب کے شہر کو ۲۰ ستمبر ۱۹۷۹ء میں شامی فوجوں نے یوں گھیرے میں لے لیا جیسے کوئی دشمن ملک اپنے مخالف پر چڑھ دوڑتا ہے اور اخوان کی بہت بڑی تعداد قتل کر دی گئی۔ دوسرے بڑے شہر حماۃ میں بھی ۱۹۸۲ء میں ایسے ہی ایک آپریشن کے ذریعے ہزاروں بے گناہ شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ آج تک اخوان کی ایک بڑی تعداد جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ جو لوگ ملک کے اندر موجود ہیں وہ یا تو جیلوں میں بند ہیں یا ان کے کاروبار بند کرنے اور انھیں ملازمتوں کے لیے نااہل قرار دینے کے بعد ان کا معاشی قتلِ عام کیا گیا ہے۔ داخلی طور پر یہ صورتِ حال بہت دردناک ہے لیکن حماس کے قائد خالد المشعل اور ان کے قریبی ساتھی دمشق میں امن سے زندگی گزار رہے ہیں۔ انھیں یہ پناہ کسی دوسرے ملک میں نہیں مل سکتی۔ کوئی شک نہیں کہ شام کے سارے شر میں سے حماس کی حمایت کا یہ پہلو ہی خیر کا ایک مظہر ہے لیکن شامی اخوان شاکی ہیں کہ عالمِ اسلام اور ان کے اپنے بھائی بند انھیں فراموش کر بیٹھے ہیں۔

مغربی ذرائع بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حماۃ شہر میں ۱۰ ہزار شہری موت کے گھاٹ اتار دیے گئے تھے۔

اکانومسٹ کے تجزیہ نگار نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے کہ اس سال اپریل میں اخوان نے شام کی اپوزیشن پارٹیوں کے اتحاد سے علیحدگی اختیار کر لی ہے، اور یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ شامی اخوان حکمران بعث پارٹی سے سودابازی کے لیے پر تول رہے ہیں۔ شام میں چونکہ عوام کو جمہوری آزادیاں حاصل نہیں، اس لیے اخوان کی نمایندگی کہیں موجود نہیں۔ اگر عرب ملکوں میں حقیقی معنوں میں عوام الناس کو آزادانہ ماحول میسر آجائے تو مصر و شام دو ایسے ممالک ہیں، جہاں اخوان کو سیاسی میدان میں کوئی شکست نہیں دے سکتا مگر یہ مواقع کب میسر آئیں گے، کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ سرِدست تو مصر میں بھی اخوان پر مزید پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں اور ان کے سیکڑوں مؤثر لوگ جیل میں بند ہیں۔

اکانومسٹ کا نمایندہ بظاہر غیر جانب دارانہ تجزیہ پیش کرتا ہے مگر یہ بیان کرتے ہوئے اس کی خوشی ڈھکی چھپی نہیں رہتی کہ سابقہ انتخاب میں مصر میں ۸۵ نشستیں حاصل کرنے والے اخوان کے ارکان جو آزاد نمایندگان کے طور پر جیتے تھے، آیندہ شاید پارلیمنٹ کا منہ نہ دیکھ سکیں۔ اس نے خود ہی یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ مصر میں اخوان کے مرشدِ عام محمد مہدی عاکف (عمر ۸۱ سال) حالات سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں اور انھوں نے آیندہ سال جنوری میں قیادت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے، جب کہ اس سے قبل تمام مرشدانِ عام تا دمِ آخر قیادت کرتے رہے ہیں۔ اس کے نزدیک اس روایت کو توڑنے کی وجہ بددلی اور مایوسی ہے۔ یہ عجیب مغربی منطق ہے جس کی توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔ تاعمر قیادت اخوان کی ایک روایت ہے، یہ نہ ان کے دستور کی کوئی دفعہ ہے نہ یہ قرآن و سنت کا منصوص حکم۔ اخوان مشکلات کا شکار ضرور ہیں مگر ان کی صفوں میں کہیں کوئی مایوسی نظر نہیں آتی۔ مشکل ترین حالات میں بھی یہ لوگ پرعزم اور مستقل مزاج رہے ہیں۔

مذکورہ تجزیے میں بعض باتیں حقائق کے برعکس ہیں۔ کویت کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ پچھلی اسمبلی میں حامیانِ اخوان کے چھے نمایندے تھے۔ اب انھیں صرف ایک سیٹ ملی ہے۔ مراکش میں اخوان کی فکر سے متاثر جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی مسلسل آگے بڑھ رہی تھی لیکن موجودہ بلدیاتی انتخابات میں چھے فی صد سے بھی کم کامیابی حاصل کر پائی ہے۔ سوڈان میں ڈاکٹر حسن ترابی کو حکومت نے اقتدار سے بہت دُور کر دیا ہے، جب کہ تجزیہ نگار کے مطابق اردن اور غزہ میں بھی

اخوان کے سیاسی مستقبل کا ستارہ گردش میں نظر آتا ہے۔ غزہ کی سابقہ ۲۲روزہ جنگ سے تجزیہ نگار کے بقول عام فلسطینی سخت نالاں ہیں کہ حماس نے بلاوجہ اسرائیل سے چھیڑخانی کر کے اپنے اور عوام کے لیے تباہی کا سامان فراہم کیا۔ یہ تجزیہ حقائق کے بالکل برعکس ہے۔ بہرکیف جہاں ایسے تجزیے مغرب کی مخصوص فکر کی عکاسی کرتے ہیں، وہیں یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مسلمان معاشروں میں اسلامی سوچ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے یا کم از کم اتنا محدود کر دینے کا منصوبہ کہ وہ بے اثر ہو کر رہ جائے مغربی تھنک ٹینکس نے گذشتہ صدی ہی میں بنالیا تھا۔ اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے مسلمان حکمرانوں کو خدمات سونپ دی گئی ہیں۔ ان حالات میں اسلامی تحریکوں کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ اپنی صفوں میں اتحاد برقرار رکھنا اور اپنے کارکنان کے حوصلے بلند رکھنے کے لیے قلیل المیعاد اور طویل المیعاد منصوبہ بندی وقت کا تقاضا ہے۔ اسلامی تحریکوں کی قیادت یقیناً ان تمام حالات سے باخبر بھی ہے اور چیلنج کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ مغربی تجزیہ نگاروں کے تجزیے سے باخبر رہنے کے ساتھ ان سے فائدہ اٹھانے کی بھی ضرورت ہے۔

جہاں تک شامی اخوان کا معاملہ ہے، عالمِ اسلام کی جملہ اسلامی تحریکوں کو ان کے مسئلے کو زندہ کرنے کے لیے فکر بھی کرنی چاہیے اور ان کے حق میں آواز بھی اٹھانی چاہیے۔ حماس تو بے شک مجبور ہے کہ اسے بوجوہ کسی عرب ملک میں وہ سہولتیں حاصل نہیں جو شام میں حاصل ہیں۔ ان کی ضرورت ہے کہ انھیں فلسطین سے ملحق ممالک میں جائے پناہ مل جائے۔ چار ممالک ہی ایسے ہیں جو یہ جغرافیائی پوزیشن رکھتے ہیں۔ ان میں سے مصر اور اُردن تو کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے بعد سے اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں اور فلسطین کی جدوجہدِ آزادی کے عملاً مخالف ہیں۔ لبنان کے اپنے مخصوص حالات اور مسائل ہیں۔ یہاں حزب اللہ اسرائیل دشمن ہے مگر اپنی مصلحتوں کے تحت اسے شام سے بھی بنا کر رکھنا پڑتی ہے۔ اس ملک میں حزب اللہ کی عسکری و سیاسی قوت ایک حد تک قابلِ ذکر ضرور ہے مگر وہ اقلیتی گروہ ہے۔ شام ہی ایک ایسا ملک رہ جاتا ہے جس نے حماس کو اپنے ہاں مہمان بنایا ہوا ہے اور بیرونی دباؤ کے باوجود اس پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ حماس کی حمایت ضروری اور فرض ہے مگر شامی اخوان کو بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک معتدل اور متوازن پالیسی کے ذریعے حالات کا مقابلہ ممکن ہے اور یہی وقت کا تقاضا بھی ہے۔